Oriental College Magazine, Vol.101, No. 04, Serial No. 382, 2025

انتقادِ فسانۂ عجائب
(فسانۂ عجائب پر لکھی گئی نمایاں تنقیدی کتب کی روشنی میں)

حنا اصغر، پی ایچ ڈی
وزیٹنگ اسسٹنٹ پروفیسر اردو، ایجوکیشن یونیورسٹی لوئر مال کیمپس، لاہور
عطیہ حیدر، پی ایچ ڈی
اسسٹنٹ پروفیسر فارسی، کنیئرڈ کالج برائے خواتین، لاہور

Criticism of Fasana Ajaib (In the Light of Prominent Critical Books Written on Fasana Ajaib)

Hina Asghar, PhD
Visiting Assistant Professor of Urdu
University of Education, Lower Mall Campus, Lahore

Atiya Haider, PhD
Assistant Professor of Persian
Department of Persian, Kinnaird College (W), Lahore

Abstract

Among the tales written in the 19th century, Rajab Ali Baig Saroor's "Fasana Ajaib" holds a unique position. This story is not only representative of the Lukhnow school of thought, but also reflects the spirit of that era. Moreover, it is a mirror of Indian temperament, culture and civilization. This classic tale is a literary masterpiece that reflects the ancient civilization of Lukhnow and has the ability to survive in every era. Its uniqueness is not limited to Saroor authorship. In fact, it has remained in the general prose capital of Urdu. “Fasana Ajaib” gave its writer a permanent place in literature. The charm found in the style of “Fasana Ajaib” has made it superior the rest of the stories. Even if Saroor had not written anything else, he would have lived in “Fasana Ajaib”. This is the first story in Urdu literature of which innumerable editions have been published including the article edition. The salient features of “Fasana Ajaib” and Saroor's general style of expression are that it is the most important story in Urdu .This article examines the criticism of “Fasana Ajaib” in the light of various critical published books, which not only helps us to understand the importance of this classic work but also reveals many hidden aspects of this work through the criticism of each critic.

Keywords:
Rajab Ali Baig Saroor's, Fasana Ajaib, criticism, Lucknow school of thought, ancient civilization of Lucknow.

ماضی میں داستانیں انسانی زندگی کا خوبصورت موضوع رہی ہیں۔ داستانوں نے انسانی زندگی کی تربیت میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ ہر کہانی کے پیچھے تجربات اور مشاہدات کے ساتھ ساتھ واقعات ہوتے ہیں جو انسانی زندگی کی تربیت کرتے نظر آتے ہیں۔ داستانوں کے پیچھے معاشروں کی تہذیب و ثقافت اور تمدن بھی کارفرما ہوتے ہیں جس سے انسان کچھ نہ کچھ سیکھتا ہے۔ داستان من گھڑت قصہ ہے۔ ابتدا میں داستانیں مختصر افسانوی انداز کی کہانیوں میں پوشیدہ تھیں۔ ان داستانوں کے موضوعات حسن و عشق سے وابستہ تھے۔ رفتہ رفتہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ داستانوں کی ہیئت اور موضوع میں وسعت آئی۔ اُردو ادب میں داستانوں کا سنہری عہد انیسویں صدی کا ہے اسی دور میں منظوم داستانوں کے ساتھ نثری داستانوں میں بھی اضافہ ہوا۔ داستان پر تنقید کا عمل بعد میں شروع ہوا لیکن اس کے تخلیقی عمل میں تنقیدی عمل برابر کارفرما ہوا۔ انھیں داستانوں میں منفرد مقام کی حامل داستان "فسانۂ عجائب" لکھنوی تہذیب کی نمائندہ داستان ہے جس نے سرور کو اُردو ادب میں منفرد مقام دیا۔ اُردو ادب میں فسانۂ عجائب کے مقام و مرتبہ سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ رجب علی بیگ سرور کی یہ داستان جسے ناول اور داستان کی کڑی بھی کہا جاسکتا ہے اردو ادب میں اپنے فنی و لسانی خواص کی بنا پر نقشِ دوام کی حیثیت رکھتی ہے۔ یہ داستان قدیم ہونے کے باوجود ہر دور میں دلچسپی اور جدت پسندی کی حامل ہے۔ اپنے فنی و فکری خواص کی بنا پر مرزا رجب علی بیگ کی لکھی گئی یہ داستان "فسانۂ عجائب" تنقید کے زیرِ اثر بھی رہی۔ فسانۂ عجائب پر تنقید مضامین، دیباچوں اور کتابوں کی صورت میں ملتی ہے۔

فسانہ عجائب پر لکھی گئی تنقیدی کتب کا جائزہ لیا جائے تو سید ضمیر حسن دہلوی کی تنقیدی کتاب "فسانۂ عجائب کا تنقیدی مطالعہ" ایک اہم کتاب ہے۔ یہ کتاب پہلی بار ۱۹۶۳ء میں شائع ہوئی۔ یہ کتاب نو ابواب پر مشتمل ہے مقدمہ میں مصنف نے اس کتاب میں لکھنوی تہذیب میں پائے جانے والے عناصر پر بات کی۔ سرور کہاں پیدا ہوئے؟ سرور نے تعلیم کہاں سے حاصل کی؟ اور ذریعہ معاش کے لیے کہاں کہاں کا سفر کیا؟ تمام معلومات اس میں دی گئی ہیں۔ جب فسانۂ عجائب لکھی گئی اس وقت باغ و بہار کا چرچہ عام تھا۔ فسانۂ عجائب باغ و بہار کے مد مقابل کیوں ٹھہری اس کی بنیادی وجہ اس کا اسلوب ہے۔ فسانۂ عجائب کا اسلوب اس قدر پرکشش ہے کہ وہ میر امن کی باغ و بہار کے مد مقابل ٹھہری۔ کتاب میں اسلوب کے حوالے سے

دونوں داستانوں کا تقابلی جائزہ پیش کیا گیا۔ فسانۂ عجائب کے کردار پر سخت تنقید کی جاتی ہے کہا جاتا ہے کہ اس کے کردار کٹھ پتلیاں ہیں جن کی ڈور رجب علی بیگ سرور کے ہاتھ میں ہے۔ ان کے کرداروں میں نہ انفرادیت نہ جاذبیت ہے۔ داستانوں کے کردار بڑے طبقے کے ہوتے ہیں زیادہ تر بادشاہ، شہزادے اور شہزادیاں ہوتی ہیں۔ فسانۂ عجائب کے کردار جب گفتگو کرتے ہیں تو ان کے مکالموں سے مختلف پہلو سامنے نظر آتے ہیں۔ زبان کسی بھی تہذیب کی آئینہ دار ہوتی ہے۔ فسانۂ عجائب کی زبان تین حصوں پر مشتمل ہے پہلا حصہ تعقید معنی اور تعقیدِ لفظی دوسرا حصہ واصف گری اور تیسرا حصہ آسان اور سہل زبان پر مشتمل ہے۔ کتاب میں اس حوالے سے بھی بات کی گئی ہے۔ فسانۂ عجائب کی تعریف کرتے ہوئے مصنف لکھتے ہیں:

> ”فسانۂ عجائب اُردو کے چند ایسے نوادر کے زمرے میں آتا ہے جو روایات کی بنیاد پر ہونے کے باوجود زندہ روایت ہے۔ سرور کی حقیقت پسندی، ماحول سے گہرے ربط اور مشاہدے کی بے پناہ وسعت نے اسے جداگانہ رنگ بخشا“۔(۱)

نیرّ مسعود نے بھی فسانۂ عجائب اور رجب علی بیگ سرور پر تنقید اپنی کتاب ”رجب علی بیگ سرور حیات اور کارنامے“ میں کی ہے۔ یہ کتاب شعبہ اُردو الہٰ آباد اور دانش محل امین الدولہ پارک لکھنؤ سے ۱۹۶۷ء میں شائع ہوئی۔ یہ کتاب نو ابواب اور تتمہ پر مشتمل ہے۔

سرور، میر امن کے حریف فسانۂ عجائب کی وجہ سے ٹھہرے ہیں۔ ماحول کسی بھی لکھنے والے پر اچھا خاصا اثر انداز ہوتا ہے چاہے وہ شاعر ہو یا نثر نگار۔ کسی بھی فنکار کے فن کو جاننے کے لیے ضروری ہوتا ہے کہ اس کے عہد کا ثقافتی اور سیاسی مطالعہ کیا جائے۔ ہم فنکار کے قریب اس وقت تک نہیں پہنچ سکتے جب تک اس کے عہد کو نہ جان سکیں۔ اس حوالے سے سرور کے عہد کا ثقافتی، سیاسی اور معاشرتی مطالعہ پیش کیا گیا ہے۔ فسانۂ عجائب پر تنقید سے پہلے مصنف نے داستان کی روایت بیان کی اور داستان گوئی کے مختلف ادوار پر مدلل گفتگو کی۔ سرور نے زندگی رنگینی میں گزاری اور طویل عمر پائی۔ وہ زندگی کے نشیب و فراز سے واقف تھے ان کی محبت بادشاہوں سے لے کر عام آدمیوں تک بھی رہی۔ سرور کی حیات کے متعلق مصنف نے مدلل بحث کی مثلاً سرور کا سال پیدائش، وطن، تعلیم و تربیت، مختلف علوم، سپاہ گری، ایام شباب، شادی، عقد ثانی، قتل اور کان پور فسانۂ عجائب کے خدوخال، سرور کے کان پور میں مقیم ہونا ان تمام موضوعات پر

کتاب میں لکھا گیا ہے۔ ان مختلف ادوار میں حالاتِ زندگی کو تقسیم کر کے لکھا گیا۔ اس کے بعد مصنف فسانۂ عجائب پر تنقید کرتے ہیں۔ فسانۂ عجائب سرور کی پہلی نثری تصنیف ہے اس سے پہلے ترجمہ شدہ داستانیں ملتی ہیں۔ یہ پہلی طبع زاد داستان ہے۔ اس کے متعلق مصنف لکھتے ہیں:

> ''فسانۂ عجائب سرور کا پہلا تجربہ تھا اور اس میں ان کو زبردست کامیابی حاصل ہوئی۔ اگر اس کے بعد وہ کچھ بھی نہ لکھتے تو ان کی شہرت میں کمی نہ آتی اس لیے ان کی کوئی دوسری کتاب شہرت اور مقبولیت کے میدان میں فسانۂ عجائب کی گرد کو بھی نہ پا سکی''۔(۲)

اس کتاب میں فسانۂ عجائب کے جن پہلوؤں پر تنقید کی گئی ان میں فسانۂ عجائب کی تالیف، زمانہ تالیف، دیباچہ، فسانۂ عجائب کی اشاعت، فسانۂ عجائب کے خاص ایڈیشن، قلمی نسخے، منظوم ایڈیشن اور فسانۂ عجائب کے ماخذ شامل ہیں۔ تحریر لکھنے کا ڈھنگ اسلوب ہے یہی بنیادی وجہ تھی جو فسانۂ عجائب کی شہرت اور مقبولیت کی وجہ بنی۔ فسانۂ عجائب کی زبان کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ایک جس کا سرور نے دعویٰ کیا اور دوسری سرور کی پیچیدہ بیانی۔ فسانۂ عجائب کے اسلوب کے بارے میں مصنف لکھتے ہیں:

> ''زبان کے سلسلے میں بات خاص اہمیت رکھتی ہے کہ سرور مغلق اور ناموس الفاظ کے استعمال سے گریز کرتے ہیں جہاں پر ان کی زبان مشکل ہو جائے وہاں ہر لفظ بجائے خود مستعمل اور مانوس ہوتا ہے''۔(۳)

سرور نے فسانۂ عجائب میں سادہ زبان اختیار کی۔ فسانۂ عجائب کو پڑھتے ہوئے محسوس ہوتا ہے کہ سرور نے فارسی اسلوب سے بھی استفادہ کیا۔ فسانۂ عجائب مافوق الفطرت عناصر کے ذریعے آگے بڑھتی ہے۔ سرور نے اس داستان میں طلسم کم اور حقیقت سے زیادہ کام لیا ہے۔ مکالمہ نگاری و کردار نگاری کے ذریعے سرور نے اسلوب میں وہ جوہر دکھائے ہیں جن سے لکھنوی معاشرت کی عکاسی ہوتی ہے۔ سرور نے کرداروں کی زمانی ترتیب کو فراموش نہیں کیا۔ اس کتاب میں فسانۂ عجائب کے چند کرداروں کا جائزہ لیا گیا ہے۔ فسانۂ عجائب کی تعریف کے ساتھ ساتھ کمزوریوں کو بھی بیان کیا ہے۔ مصنف نے داستان میں جو غلطیاں کیں ان کو بھی ملحوظ خاطر رکھا۔ مجموعی تاثر دیتے ہوئے مصنف لکھتے ہیں:

"فسانۂ عجائب کی خوبیاں اور خامیاں معرض بحث میں آ سکتی ہیں لیکن اس کی شہرت، مقبولیت اور اہمیت کے بارے میں بحث کی گنجائش نہیں"۔(۴)

فسانۂ عجائب پر لکھی جانے والی اہم کتابوں میں ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کی "سرور اور فسانۂ عجائب" کے نام سے ہے۔ یہ کتاب سنگ میل پبلی کیشنز لاہور سے ۱۹۷۵ میں شائع ہوئی یہ کتاب پہلی مرتبہ ۱۹۷۱ میں شائع ہوئی تھی۔ کتاب آٹھ ابواب پر مشتمل ہے۔ ابتدا میں رفیع الدین ہاشمی فسانۂ عجائب کو پڑھنے کی وجہ بیان کرتے ہیں ان کے نزدیک داستان کے فنی محاسن تخیل، رومان، مافوق الفطرت عناصر، خطابت رنگین بیان اور طوالت کا ہونا ضروری ہے۔ سرور جس عہد میں زندگی بسر کر رہے تھے اس عہد کا تہذیبی اور ثقافتی مطالعہ ہی فسانۂ عجائب کا پس منظر تھا۔ رفیع الدین ہاشمی نے اس کتاب میں سرور اور فسانۂ عجائب کے بارے میں مکمل معلومات فراہم کی ہیں۔ فسانۂ عجائب کے بارے میں وہ لکھتے ہیں:

"لکھنوی شاعری میں ایک مخصوص رنگ نمایاں تھا جس میں تصنع، ابتذال اور فحاشی کا غلبہ تھا۔ جرأت کی غزل، چرکین کی ہزل گوئی، جان صاحب کی ریختی اس کی نمائندگی کرتی ہے۔ فسانۂ عجائب کی پر تکلف مقفیٰ نثر اسی ذوق کی پیداوار ہے"۔(۵)

فسانۂ عجائب پر ایک تنقیدی کتاب "افسانوی اصول اور فسانۂ عجائب ترتیب و تنقید و تشریح" کے عنوان سے شائع ہوئی۔ یہ کتاب پہلی مرتبہ رائے صاحب لالہ رام دیال اگروالا کڑہ الہ آباد سے ۱۹۷۵ء میں شائع ہوئی۔ اس کتاب کے مصنف ڈاکٹر رفیق حسن ہیں۔ افسانوی اصول، افسانہ کی تعریف، افسانوں کی اہمیت، افسانوی ادب کی ضرورت کے لیے افسانوی عناصر اہم ہیں۔ کتاب کی ابتدا میں اس حوالے سے تنقید ملتی ہے۔ کتاب کے دوسرے حصے میں داستان، ناول اور افسانہ کے بنیادی اجزاء کے بارے میں تنقید ملتی ہے جس میں مصنف مذکورہ تینوں اصناف نثر کے بارے میں اٹھائے گئے سوالات کے جوابات دیتے ہیں۔ فسانہ عجائب کے بارے میں بتاتے ہیں کہ فسانۂ عجائب ایک مکمل طبع زاد قصہ ہے۔ سرور نے دوست کی فرمائش پر قصہ لکھا تھا۔ سرور نے جب یہ قصہ سنایا تو وہ اس وقت کانپور میں مقیم تھے۔ لکھنؤ کے سکونت ترک کرنے کا افسوس انھیں عمر بھر رہا اگر سرور لکھنؤ میں رہے تو شاعرانہ وظیفے پر بھی گزر بسر کرتے رہتے۔ ایک بات واضح ہے لکھنؤ میں بھی ذریعہ معاش تھا۔ سرور قتل کے مقدمے میں آ گئے تھے جس کی وجہ سے انھیں آرام

بھری زندگی چھوڑنا پڑی۔ سرور نے پہلی مرتبہ فسانۂ عجائب ۱۳۴۰ء میں لکھی تھی۔ تصنیف اور طباعت کے درمیان کا عرصہ طویل ہے۔ جب کوئی فسانۂ عجائب مانگتا اس کو کاتب کا نسخہ دیا جاتا۔ سرور کی حالات زندگی کے بارے میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے۔ آپ کے والد کا نام مرزا بیگ تھا اور آبائی وطن اکبر آباد تھا۔ شاعری میں سرور، ناسخ اور آغا نوازش علی خان کے شاگرد تھے۔ سرور کی ابتدائی تعلیم کے بارے میں کوئی واضح ثبوت نہیں ملتا۔ سرور کی ازدواجی زندگی بھی خوشگوار نہ تھی۔ سرور نے پہلی بیوی کو دھوکہ دے کر زندگی شروع کی۔ ان کی بیوی کا انتقال ۱۸۳۴ء کو ہوا اس کے بعد عقد ثانی کیا۔ مصنف اس پر بھی مدلل گفتگو کرتے ہیں۔ اس کتاب میں یہ تمام حالات زندگی ملتے ہیں۔ مصنف نے فسانۂ عجائب کے عناصر پلاٹ، کردار نگاری، زمان و مکاں، اسلوب پر بات کی۔ فسانۂ عجائب کا پلاٹ الجھا ہوا نظر آتا ہے اور وہ خوش اسلوبی سے حل کیا جاتا ہے۔ کتاب میں اس کے حوالے سے بھی بیان کیا ہے کہ مصنف کے مطابق فسانۂ عجائب میں اتنے جھگڑے رکھ دیے گئے ہیں کہ قصہ کا اختتام کرنا مشکل ہو گیا ہے۔ فسانۂ عجائب کے معاون قصہ سے اصل قصہ میں فرق آجاتا ہے جس سے اس کی انفرادیت ختم ہو جاتی ہے۔

مصنف نے فسانۂ عجائب کی کردار نگاری پر بھی کڑی تنقید کی ہے۔ باغ و بہار میں ایک بادشاہ کے گرد پورا قصہ گردش کرتا ہوا نظر آتا تھا مگر فسانۂ عجائب میں کئی بادشاہ قصہ کے گرد گھومتے نظر آتے ہیں۔ سرور نے بڑی خوبصورتی کے ساتھ نسوانی کرداروں کی ایک بڑی تعداد رکھ دی ہے۔ کردار نگاری میں ناول کے ساتھ مشابہت ہے۔ جان عالم کی بیوی اس کو دوسری شادی کی اجازت دیتی ہے۔ ناولوں میں ایسے واضح نسوانی کردار ملتے ہیں۔ فسانۂ عجائب قدیم قصوں کی طرح غیر یقینی ہے۔ مصنف کے مطابق اس کے زمانے کا تعلق قرائن سے ہو سکتا ہے۔ داستان کی ابتدا میں بیانیہ اہم اور مکالمہ غیر اہم سمجھا جاتا تھا لیکن سرور نے ایسی عبارت لکھی جس سے مکالمے کو اہمیت ملی۔ فسانۂ عجائب کے بنیادی عناصر میں مکالمے کو بھی اہمیت حاصل ہے۔ فسانۂ عجائب کو جو چیز باغ و بہار کے مدمقابل لا کھڑا کرتی ہے وہ اس کا اسلوب ہے۔ سرور کا اسلوب زیادہ تر بناوٹی اور جملوں میں قوافی وافر مقدار میں ملتے ہیں۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ سرور نے پہلے نسخے کے بعد متن میں خاصی تبدیلیاں کی ہیں۔ سرور عام زبان میں لکھنے سے قاصر تھے بعض مقام پر انھوں نے لکھنے کی کوشش کی لیکن ناکام ہوئے۔

سرور کو خود اپنے اسلوب سے دقت تھی اور یہ کمزوری ان کے دوستوں کو بھی معلوم تھی اس لیے دوستوں نے ان کو آسان لکھنے کی فرمائش کی جس سے سرور نے صاف انکار کر دیا۔ مصنف کے مطابق اسلوب میں بہت سے فقرے اور جملے ایسے ہوتے ہیں جو سمجھ سے باہر ہیں۔ ابتدائی ابواب کے مقابلے میں آخری ابواب میں غیر ضروری لفاظی ملتی ہے۔ کتاب میں اس حوالے سے بھی تنقید ملتی ہے۔

فسانۂ عجائب کا موضوعاتی مطالعہ بھی کیا گیا ہے۔ فسانۂ عجائب عشقیہ داستان ہے اس میں لکھنوی معاشرت ملتی ہے۔ اس زمانے میں لکھنؤ طوائفوں کا گھر تھا۔ لکھنوی بادشاہ طاقت ور ہونے کے باوجود دست اور کاہل تھے۔ نسوانی کردار بھرپور طاقت کے ساتھ سامنے آتے ہیں اور یہ بات انگریزی کے پہلے ناول نگار رچرڈسن سے مشابہت رکھتی ہے۔ اس حوالے سے مصنف لکھتے ہیں:

> ”انگریزی کے پہلے ناول نگار رچرڈسن کی طرح سرور بھی عورتوں کے معاملات میں اچھی خاصی واقفیت رکھتے تھے“۔(۶)

کتاب میں فسانۂ عجائب کا اچھے افسانوی اوصاف سے تقابلی جائزہ بھی کیا گیا ہے۔ فسانۂ عجائب ایک عشقیہ داستان ہے جو ایک اچھی افسانوی قسم نہیں ہے۔ اس دور میں اس کے مد مقابل کوئی ایسی داستان نہ تھی جو طبع زاد ہو۔ نثری داستانوں کے صرف تراجم تھے اس لیے سرور کو برتری حاصل تھی۔ فسانۂ عجائب ایک دلچسپ داستان ہے اس کی وجہ اس کا منفرد اسلوب ہے۔ فسانۂ عجائب رنگا رنگ خاکے کی تکمیل ہے اس میں کوئی ضمنی قصہ نہیں ملتا یہی حال کردار نگاری کا بھی ہے۔

بادشاہ اور طرح طرح کی عورتیں اس کا خاصہ ہیں۔ اُردو ناول کی طرح حقیقت نگاری کے اصول بھی ملتے ہیں۔ دیہات اور شہر کا تصور، معاشرتی نقوش، سیکولر فضا، ناول کی طرح داستان پر غالب ہے۔ سرور کو اپنی زندگی میں سب سے بڑا مسئلہ روزگار کا تھا۔ اس لیے داستان میں انھوں نے حوادث روزگار کا ذکر کیا۔ یہ کش مکش بھی حقیقت نگاری کی طرف اشارہ ہے۔ داستان میں غنائی نظریہ ثنویت بھی بے نقاب ہیں یہی اچھے افسانوی ادب کی پہچان ہے۔ اس حوالے سے مصنف لکھتے ہیں:

"معاشرتی نقوش عصری کہانیوں میں پائے جاتے ہیں۔ فسانۂ عجائب فطری داستان ہے لیکن پھر بھی اس میں تھوڑی بہت حقیقی زندگی کی جھلکیاں ملتی ہیں۔ لکھنؤ اور کان پور کا بیان حقیقی معلوم ہوتا ہے"۔(۷)

سیکولرزم عناصر اس داستان میں ملتے ہیں اس لیے یہ عالمی فن پارہ ہے اس میں اچھے افسانے کے کل عناصر موجود ہیں۔ فسانۂ عجائب کی اہمیت کے بارے میں مصنف لکھتے ہیں:

"فسانۂ عجائب حقیقتاً عجائبات کا مجموعہ ہے اور معاشری منار نور ہے جس کی ہمیں ماضی میں بھی ضرورت تھی اور آج بھی اس کی بڑی اہمیت ہیں"۔(۸)

کتاب کے باقی حصہ میں سرور بطور مورخ ، بطور خطوط نگار، بطور مترجم اور بطور شاعر کے معلومات فراہم کی گئی ہیں۔

فسانۂ عجائب پر ایک کتاب "باغ و بہار اور فسانۂ عجائب کا تنقیدی جائزہ" کے نام سے شائع ہوئی جس کے مصنف اشفاق احمد اعظمی ہیں۔ یہ کتاب پہلی مرتبہ ۱۹۸۳ء میں اسلامی کتاب اعظم گڑھ سے شائع ہوئی۔ سرور اور فسانۂ عجائب پر لکھی جانے والی ایک اہم تنقیدی کتاب "رجب علی بیگ کا تہذیبی شعور" کے نام سے شائع ہوئی۔ اس کتاب کی مصنفہ کلثوم نواز ہیں۔ یہ کتاب پہلی مرتبہ ۱۹۸۵ء میں سنگ میل پبلی کیشنز لاہور سے شائع ہوئی۔ اس کتاب کے چار ابواب ہیں کتاب کے مقدمے میں مصنفہ نے سرور کی حالات زندگی کے بارے میں تنقید کی ہے۔ فسانۂ عجائب کے آج تک کئی منظوم ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں ان کا مختصر ذکر بھی ملتا ہے۔ داستان کے فنی محاسن میں پلاٹ، زبان، منظر نگاری، مکالمہ نگاری، کردار نگاری شامل ہیں۔ مصنفہ نے اس حوالے سے بھی قلم اٹھایا ہے۔ سرور نے فسانۂ عجائب میں مقفیٰ اور مسجع عبارت لکھی۔ مصنفہ کے نزدیک فسانۂ عجائب کی زبان دو حصوں پر مشتمل ہے ایک جس کا سرور نے دعویٰ کیا ہے اور دوسرا جو داستان میں ملتی ہے۔ سرور نے میر امن کے اسلوب پر اعتراضات کیے اور کہا کہ انھوں نے محاورات کو توڑ پھوڑ کر بیان کیا۔ سرور نے میر امن کی زبان دانی کا مذاق اڑایا ہے مصنفہ نے اس حوالے سے بھی مدلل گفتگو کی ہے۔

کسی بھی تہذیب کو جاننے کے لیے ضروری ہے زبان سے واقفیت ہو۔ سرور نے کرداروں سے ایسے مکالمے ادا کرائے ہیں جو لکھنوی تہذیب کا مظہر ہیں۔ کلثوم نواز نے اس بارے میں بھی لکھا ہے۔ وہ فسانۂ عجائب کے بارے میں لکھتی ہیں:

"فسانۂ عجائب ایک ایسی داستان ہے جس میں ہر قسم کے کردار ملتے ہیں اور ان میں ہر قسم کی گفتگو ملتی ہے اس کے مکالموں کی مدد سے سرور نے جو رنگ بھر دیے ہیں ان میں سے لکھنؤ کی حقیقی معاشرت کی جھلک نظر آتی ہے"۔(۹)

فسانۂ عجائب پر لکھی جانے والی ایک تنقیدی کتاب "رجب علی بیگ سرور چند تحقیقی مباحث" کے عنوان سے شائع ہوئی۔ اس کتاب کے مصنف حنیف نقوی ہیں اور یہ تین ابواب پر مشتمل ہیں۔ سرور کے سوانحی کوائف بہت کم ملتے ہیں۔ آپ کی ولادت کی تاریخ میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ فسانۂ عجائب اور باغ و بہار دو الگ تہذیبوں سے تعلق رکھنے والی داستانیں ہیں۔ باغ و بہار میں دلی کی تہذیب کے لیے سادہ اور عام الفاظ سے اسلوب کو دلکش بنایا گیا ہے چونکہ سرور لکھنوی تہذیب کا نمائندہ ہے اس لیے لکھنوی تہذیب کے بیان کے لیے سرور نے مقفیٰ عبارت کا سہارا لیا ہے۔ فسانۂ عجائب کے لاتعداد ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ سرور نے یہ قصہ دوست کی فرمائش پر لکھا تھا۔ نسخہ اوّل کے بعد سرور نے متن میں تبدیلی کی۔ فسانۂ عجائب کے جتنے بھی ایڈیشن شائع ہوئے ہیں اس حوالے سے بھی مصنف نے معلومات فراہم کی ہیں۔ حنیف نقوی فسانۂ عجائب کے بارے میں لکھتے ہیں:

"سرور نے شاعر کی حیثیت سے کامیابی کے امکان سے مایوس ہو کر نثر کی طرف رجوع کیا تھا اور اپنے پہلے ہی نثری کارنامے فسانۂ عجائب کی معمولی شہرت اور مقبولیت کے بعد شعر گوئی کے خیام سے بے تعلقی اختیار کر لی تھی۔"(۱۰)

اس کے علاوہ فسانۂ عجائب کو مختلف لوگوں نے مرتب بھی کیا۔ ان کے مقدمات میں تحقیق و تنقید ملتی ہے۔ ان مرتبہ کتب میں فسانۂ عجائب مرتبہ رشید حسن خاں، فسانۂ عجائب مرتبہ عبید اللہ خاں، فسانۂ عجائب مرتبہ امین خاور کے نام سر فہرست ہیں۔ فسانہ عجائب پر تنقیدی کتب کا جائزہ لینے کے بعد کہا جا سکتا ہے کہ دبستان لکھنؤ کی اس نمائندہ داستان وہ خصائص لسانی و فکری موجود ہیں جن کی بنا پر اس داستان کے مختلف

پہلوؤں کو صفحہ قرطاس پر اتارا جاتا رہے گا۔اردو ادب کی داستانوی تنقید میں فسانۂ عجائب آج بھی اپنے اسلوب کی بناپر زندہ ہے اور مستقبل میں بھی اس داستان کے مصنف اور تصنیف دونوں پر تنقید کے مختلف پہلوؤں سے امکانات روشن نظر آتے ہیں۔

☆☆☆☆☆

حوالے

(۱) سید ضمیر حسین دہلوی، فسانۂ عجائب کا تنقیدی مطالعہ (دہلی: انجمن ترقی اردو، ۲۰۰۷ء)، ۵۳۔

(۲) نیرّ مسعود، رجب علی بیگ سرور حیات اور کارنامے (شعبہ اُردو الہ آباد، ۱۹۶۷ء)، ۱۲۶۔

(۳) ایضاً، ۱۷۴۔

(۴) ایضاً، ۲۲۸۔

(۵) رفیع الدین ہاشمی، سرور اور فسانۂ عجائب (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۹۱ء)، ۵۹۔

(۶) ڈاکٹر رفیق حسین، افسانوی اصول اور فسانۂ عجائب (لالہ رام دیال اگروالا کڑہ الہ آباد، ۱۹۷۵ء)، ۱۹۳۔

(۷) ایضاً، ۲۰۶۔

(۸) ایضاً، ۳۱۳۔

(۹) کلثوم نواز، رجب علی بیگ کا تہذیبی شعور (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۸۵ء)، ۱۳۰۔

(۱۰) حنیف نقوی، رجب علی بیگ چند تحقیقی مباحث (نئی دہلی: انجمن ترقی اُردو، ۲۰۰۷ء)، ۹۴۔

Bibligraphy

1. Hanif Naqvi, *Rajab Ali Baig: Chand Tehqeeqi Mubahis*, (Nai Dehli: Anjuman Taraqqi-e- Urdu,2007)
2. Kulsoom Nawaz, *Rajab Ali Baig Ka Tehzibi Shaoor*, (Lahore: Sang-e-meel publications,1985)
3. Nayyar Masood, *Rajab Ali Baig Suroor: Hayat Aur Karnamey*, (Shoba Urdu Ala Abad, 1967)
4. Rafi-ud-den Hashmi, *Suroor Aur Fasana Ajaib*, (Lahore: Sang-e-meel publications,1991)
5. Rafiq Hussain, Dr, *Afsanwi Usool Aur Fasana Ajaib*, (Lala Raam Diyal Agar Wala Karrah Ala Abad,1975)
6. Zameer Hussain, Syed, Dehalvi, *Fasana Ajaib Ka Tanqeedi Mutalea*, (Dehli: Anjuman Taraqqi-e-Urdu, 2007)

❖❖❖